زکوٰۃ کے مصارف

پروفیسر ابوشہاب رفیع اللہ

مارچ ۱۹۶۷ء کے "فکر و نظر" میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے کہ سلف صالحین کی اکثریت زکوٰۃ کو اسلامی حکومت کا ٹیکس تصور کرتی تھی۔ جس سے مساکین اور فقراء کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے علاوہ اسلامی حکومت کا نظام مملکت بھی چلایا جاتا تھا۔ پہلے زمانہ کی نسبت آج چوں کہ نظام حکومت ذرا پیچیدہ ہو گیا ہے تو عام لوگوں کو یہ بات عجیب سی معلوم ہوتی ہے۔ ائمہ احناف اگرچہ اسے عبادت قرار دیتے ہیں لیکن ان کا تصورِ عبادت بھی ہمارے مروجہ تصورِ عبادت سے مختلف تھا۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان کا کون سا کام عبادت سے خالی ہے؟ تاہم اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ زکوٰۃ کے جمع و خرچ کرنے کا اختیار صرف اسلامی حکومت کو ہے۔ انفرادی طور پر ایسا کرنا سراسر غیر اسلامی ہے۔ احناف کا بھی یہی مسلک ہے کہ اس کی وصولی کا حق صرف مسلمان حکمران ہی کو ہے، چوتھی صدی ہجری کے حنفی محقق قاضی ابوبکر جصاص فرماتے ہیں:-

ویدل ایضا علی ان اخذ الصدقات الی الامام وانہ لا یجزی ان یعطی رب الماشیۃ صدقتھا الفقراء فان فعل اخذھا الامام ثانیاً ولم یحتسب لہ بما ادی۔ وذلک لانہ لو جاز لارباب الاموال اداؤھا الی الفقراء لما احتیج الی عامل لجبایتھا۔ فیضر بالفقراء والمساکین فدل ذلک علی ان اخذھا الی الامام وانہ لا یجوز لہ اعطاؤھا الی الفقراء[1]

اور یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے کا حق صرف مسلمان حکمران کو ہے اور یہ جائز نہیں ہوگا کہ صاحبِ مال اپنی زکوٰۃ براہِ راست فقراء کو دے دے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو مسلمان حکمران

---

[1] احکام القرآن، مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۵۲۔

اس سے دوبارہ لے گا، اور جو اس نے پہلے (غرباء) کو دی ہے اس کا کوئی حساب نہ کیا جائے گا۔ اور وہ اس وجہ سے ہے کہ صاحبِ مال لوگوں کو براہِ راست غرباء کو زکوٰۃ دینا جائز ہوتا تو پھر اُس کے اکٹھا کرنے کے لئے عاملوں کی کیا ضرورت تھی، جو فقراء اور مساکین کے لئے نقصان دہ ہے۔ پس یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زکوٰۃ کے وصول کرنے کا حق صرف مسلمان حکمران کو ہے اور فقراء کو براہِ راست دینا جائز نہیں ہے)۔

بات یہیں تک ختم نہیں ہو جاتی بلکہ جو لوگ یہ نقطۂ نظر پیش کریں کہ زکوٰۃ اسلامی حکومت کو نہ دی جائے بلکہ بطورِ خود جمع و خرچ کی جائے تو ایسے لوگ حکومت کے باغی تصور ہوتے ہیں اور ان کے خلاف جہاد کرنا لازمی۔ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے جو لوگوں کے خلاف لشکرکشی کی تھی ان میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی تھا جو زکوٰۃ کے منکر تو نہیں تھے لیکن وہ اس کے جمع و خرچ کا انتظام اپنے ہاتھوں میں رکھنا چاہتے تھے۔ مولانا امین احسن صاحب اصلاحی ان مختلف گروہوں کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"خلیفۂ اوّل نے جن مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا تھا وہ کوئی ایک ہی قسم کے لوگ نہیں تھے، بلکہ کچھ تو ایسے مرتدین تھے جو زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ پورے دین کا قلادہ گردنوں سے اُتار چکے تھے اور کچھ وہ تھے جو زکوٰۃ روکنا چاہتے تھے اور

ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی تھا جو سارے دین کو قائم رکھنا چاہتے تھے اور زکوٰۃ بھی دینے کے منکر نہیں تھے، مگر ان کا کہنا یہ تھا کہ ہم اپنی زکوٰۃ بطورِ خود جمع و خرچ کریں گے۔

ابوبکرؓ کے عاملوں کو نہیں دیں گے۔ ایسے ہی لوگوں کا قول تھا:۔

اطعنا رسول اللہ اذا کان بیننا - فیا عجباً ما بال ملک ابوبکر

(جب تک رسول اللہ صلعم ہمارے درمیان رہے ہم نے ان کی اطاعت کی مگر یا للعجب ابوبکر کی حکومت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ ؎۲

قاضی ابوبکر جصاص کی اوپر والی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کو عبادت قرار دینے کے باوجود احناف کا مسلک بھی جمہور علماء کے قریب قریب ہے کہ اس سے اسلامی حکومت کا نظام چلایا جائے گا، بلکہ بعض مقامات

؎۲ - توضیحات - از امین احسن اصلاحی، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۲۸۴ -

پر انہوں نے اس عبادت اور ٹیکس میں کوئی فرق ہی نہیں کیا۔ پچھلے مضمون میں ہم تفصیل سے بتا چکے ہیں کہ زمین کا عشر جسے بعض اوقات زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ بھی کہا جاتا ہے، احناف کے نزدیک بھی ٹیکس ہے جو عبادت گاہوں کی زمینوں سے بھی لیا جا سکتا ہے اور صورت یہ ہے کہ کئی مقامات پہ انہوں نے خود زکوٰۃ اور عشر کے احکام میں کوئی فرق نہیں کیا۔ بلکہ زکوٰۃ کے بنیادی احکام (رکن وغیرہ) اُنہوں نے عشر کے احکام سے استنباط فرمائے ہیں۔ مثلاً "تملیک" ۳ے جو ان کے نزدیک زکوٰۃ کا بنیادی رکن ہے اس کا استنباط احکام عشر سے کیا جاتا ہے۔ علامہ کاسانی فرماتے ہیں:۔

واما رکنه فهو التملیک لقوله تعالیٰ وآتوا حقه یوم حصاده والایتاء هو التملیک ۴ے

"تملیک" زکوٰۃ کا رکن ہے اس فرمان باری تعالیٰ کے مطابق کہ کھیتوں کا حق دو فصل اٹھانے کے موقع پر۔ اور لفظ "ایتاء" یعنی "دینا" تملیک فقیر کی دلیل ہے۔ (جس فریضہ میں اس کے رکن کی پابندی نہ کی جائے تو وہ فریضہ ادا نہیں ہوتا۔

چنانچہ عشر اور زکوٰۃ میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے ہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ احناف کا اس کو عبادت قرار دینا جمہور علماء کے اس تصور کے کہ زکوٰۃ اسلامی حکومت کا ٹیکس ہے کسی طرح خلاف نہیں، بلکہ اس کے تصور عبادت کا ایک اہم فائدہ یہ ہوگا کہ زکوٰۃ کے جمع و خرچ میں بددیانتیوں کا بہت کم امکان ہوگا۔

موجودہ علماء کا نقطۂ نظر ہمارے موجودہ علماء بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آج کل جس طرح زکوٰۃ کو جمع و خرچ کیا جا رہا ہے، وہ سراسر غیر اسلامی ہے اور اس طریقہ سے زکوٰۃ ادا کر دینے کے باوجود یہ شبہ باقی رہتا ہے کہ زکوٰۃ دینے والے اپنے فریضہ سے سبکدوش نہیں ہوئے۔ موجودہ زمانہ کے ایک حنفی محقق مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی کا فیصلہ سنیئے۔ انھوں نے یہ فیصلہ اس وقت دیا تھا جب جماعت اسلامی نے زکوٰۃ وصول کر کے اپنے مقاصد کے لئے خرچ کرنا شروع کر دی تھی۔ فرماتے ہیں:۔

"عام اداروں کو ولایت عامہ حاصل نہیں ہے اس لئے ان کو فقراء مجہولین کا قائم مقام نہیں کہہ سکتے۔

۳ے۔ تملیک فقیر سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ خود حاجت مند وصول کرے۔ کوئی دوسرا اس کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

۴ے۔ بدائع الصنائع جلد ۲ صفحہ ۶۵ مطبوعہ مصر۔

صرف زکوٰۃ دینے والوں کا نائب کہہ سکتے ہیں کیوں کہ وہ تو معلوم ہیں۔ پس ان کے قبضہ کو قبضہ فقرا نہیں کہا جاسکتا اور ان کے ہاتھ میں زکوٰۃ کی رقم پہنچنے سے زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی جب تک فقرار کے قبضہ میں نہ پہنچ جائے۔ اگر یہ ادارے یا ان کے عاملین زکوٰۃ میں سے سفرخرچ وغیرہ نکالیں گے، زکوٰۃ پوری ادا نہ ہوگی ادھوری ہوگی۔ پس جو ادارے زکوٰۃ کی تحصیل وصول کے لئے کھڑے ہوں، ان کو ولایت عامہ حاصل کرنا چاہیئے جس کی صورت یہی ہوسکتی ہے کہ حکومت کی طرف سے ان کو یہ حق دیا جائے۔ یا پھر عامۃ المسلمین باتفاق ان کو یہ حق دے دیں کیونکہ عامۃ المسلمین بھی حکومت کے قائم مقام ہو جاتے ہیں مگر عامۃ المسلمین کا کسی ادارہ پر اتفاق بہت دشوار ہے۔" ۵

مولانا موصوف کا فیصلہ یہی ہے کہ زکوٰۃ کی وصولی کا حق صرف مسلمان حکمران کو ہے کیوں کہ "امام یا مصدق کا مال زکوٰۃ پر قبضہ کرنا فقرا رہی کا قبضہ کرنا ہے کیوں کہ وہ بوجہ ولایت عامہ کے فقرار کا وکیل ہے لیکن اس پر کسی ادارہ کے ناظم یا عامل کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کیوں کہ اس کو ولایت عامہ حاصل نہیں اس لئے وہ فقرار کا وکیل نہیں"۔ ۶

تاہم وہ اس کی وصولی کا حق ہر مسلمان حکمران کو نہیں دیتے۔ اسے بعض شرائط سے مشروط قرار دیتے ہیں:۔

"مطالبہ عشر و زکوٰۃ کا یہ حق اسی حکومت مسلمہ کو حاصل ہے جو آئین کے مطابق اسلامی حکومت ہو۔ ہر حکومت کو یہ حق حاصل نہیں جو کہ برائے نام ہی اسلامی حکومت ہو اور واقعہ میں اسلامی حکومت نہ ہو۔" ۷

مولانا کی اس تشریح و وضاحت کا مقصد یہ ہے کہ موجودہ حکومت پاکستان وہ معیاری اسلامی حکومت نہیں جسے زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ہو۔

ہمارے علماء کی اس تصریح کے مطابق نہ موجودہ حکومت زکوٰۃ وصول کرنے کی مجاز ہے اور نہ اس ملک میں کوئی ادارہ، جماعت یا انجمن، کیوں کہ وہ فقرا مجہول کے قائم مقام نہیں ہو سکتے تو پھر آخر اسے خرچ کس طرح کیا جائے؟ عام طور پر اس کے لئے حیلوں کا سہارا لیا جاتا ہے یعنی زکوٰۃ پہلے کسی غریب طالب علم کو دلوائی جاتی ہے، پھر اس طالب علم پر دباؤ ڈال کر اس سے مدرسے یا انجمن کے فنڈ میں وہی رقم بطور عطیہ وصول کر لی

---

۵ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور جلد ۴۳ عدد ۵ بابت فروری ۱۹۵۵ء صفحہ ۱۷۔

۶ ایضاً صفحہ ۶۳ ۷ ایضاً جلد ۴۴ عدد ۶ صفحہ ۳۶۔

جاتی ہے۔ پہلے تو اس حیلہ سے کام بخوبی چل جاتا تھا لیکن آج کل کے طالب علم زکوٰۃ تو وصول کر لیتے ہیں لیکن اسے بطور عطیہ دینے میں پس و پیش سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ اب یہ تکلف بھی ختم کیا جا رہا ہے اور جس طرح مختلف ادارے زکوٰۃ وصول کر رہے ہیں وہ خود ان کے نزدیک بھی ناجائز ہے۔ اور دینے والوں کی زکوٰۃ ادا نہیں ہو رہی، زکوٰۃ دینے والوں کو اس کی فکر کرنی چاہیئے۔

اسلام کے معاشی نظام کی جس کے متعلق ہم قدم قدم پہ یہ دعوے کرتے نظر آتے ہیں کہ اس کے اختیار کرنے سے غریبوں کے زمین و آسمان بدل جائیں گے، اگر عملی صورت یہ ہے جو ہمارے علماء پیش فرما رہے ہیں، تو ہمارے دعوے کو شاید ہی کوئی تسلیم کرے۔!

دراصل مولانا نے اس مسئلہ کی فقہی تحقیق کے درمیان معیاری اسلامی حکومت کی شرط اپنی طرف سے عائد کر دی ہے۔ حدیث یا فقہ کی کتابوں میں ایسی کوئی حد نہیں پائی جاتی، بلکہ اس کے برعکس واضح ہدایات ہیں کہ زکوٰۃ کے وصول کرنے کا حق صرف اسلامی حکومت ہی کو ہے، چاہے وہ کسی ظالم کی ہی کیوں نہ ہو اور چاہے زکوٰۃ وصول کرنے کی وجہ سے اس پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں انہیں وہ پورا بھی نہ کر رہی ہو۔ چوتھی صدی ہجری کے حنفی محقق قاضی ابوبکر جصاص جس کا فیصلہ ہم اوپر نقل کر آئے ہیں ایسی کوئی شرط عائد نہیں کرتے، حالاں کہ جس وقت انھوں نے یہ فیصلہ دیا تھا اس وقت ایک خلیفہ قتل ہو رہا تھا اور دوسرا خلافت سنبھال رہا تھا، بدامنی اس قدر تھی کہ شام و عراق سے لوگ حج کا فریضہ ادا کرنے کے لئے نہ جا سکتے تھے۔

زکوٰۃ اسلامی حکومت کا حق ہے | یہی نہیں بلکہ ہمیں واضح احادیث اور صحابہ کرام کے فیصلے ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ ہر صورت میں حکومت ہی کا حق ہے چاہے وہ کتنی ہی غیر معیاری کیوں نہ ہو۔ حضرت وائل بن حجر کی ایک روایت ہے:۔

قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و رجل یسئلہ فقال أرأیت ان کان امراء یمنعون حقنا ویسئلو ناحقھم فقال اسمعوا واطیعوا۔ فانما علیھم ما حملوا و علیکم ما حملتم، (رواہ مسلم، والترمذی وصححہ) [شہ] حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلعم کو فرماتے سنا اور ایک شخص آپ سے دریافت کر رہا تھا کہ اگر حکمران ہمارے حقوق پورے نہ کریں اور ہم سے اپنا

شہ نیل الاوطار۔ جلد ۴ صفحہ ۱۶۵ -

حق (زکوٰۃ) طلب کریں تو آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو حضور صلعم نے فرمایا کہ تمہیں ان کی مکمل اطاعت کرنی چاہیئے۔ وہ اس چیز کے ذمہ دار ہیں جو ان پر فرض ہے اور تم کو اپنا فرض پورا کرنا ہے۔

اسی حدیث کے تحت صحابہ کرام کے اقوال ہیں مثلاً حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ زکوٰۃ ہر حالت میں انہی کو دی جائے گی چاہے وہ لوگوں کے حقوق پورے کرنے کی بجائے عیش وعشرت میں ہی کیوں نہ اُڑا دیں۔ بلکہ بیہقی نے تو حضرت عمرؓ سے صحیح اسناد کے ساتھ یہاں تک روایت کی ہے:۔

(واخرج البیہقی ایضاً عن ابن عمر باسنادٍ صحیحٍ قال ادفعوھا الیھم وان شربوا الخمور[۹]

حضرت ابن عمرؓ سے یہ صحیح روایت منقول ہے کہ زکوٰۃ حکمرانوں ہی کو دو چاہے وہ شرابی ہی کیوں نہ ہوں۔)

جمہور علماء نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مسلمانوں کے حکمران چاہے ظالم ہی کیوں نہ ہوں زکوٰۃ انہی کو دینی ہوگی (استدل بھا الجمہور علی جواز دفع الزکوٰۃ الی سلاطین الجور واجزائھا) [۱۰]

ان احادیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے جو معیاری اسلامی حکومت کی شرط لگائی ہے وہ احادیث اور جمہور فقہاء کے مسلک کے خلاف ہے ——— اس کی وصولی کا حق صرف حکومت کو ہے چاہے وہ معیاری ہو یا نہ ہو، اور صرف نام کی ہی اسلامی کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ حقیقت میں تو یہ ٹیکس ہی ہے جس سے اسلامی حکومت کے مختلف شعبے اور محکمے چلائے جاتے ہیں اور جس طرح آج کل اسے جمع وخرچ کیا جارہا ہے وہ طریقہ سراسر غیر اسلامی ہے۔

مصارفِ زکوٰۃ | جب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے کا حق صرف مسلمان حکمران کو ہے تو اب ہم یہ دیکھیں گے کہ وہ اسے کس طرح خرچ کرنے کا ذمہ دار ہے، زکوٰۃ کے مصارف کی تعین قرآن مجید میں یوں کی گئی ہے:۔

"صدقات فقراء اور مساکین کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو زکوٰۃ کی وصولی پر متعین ہیں اور تالیفِ قلب اور غلاموں کو آزاد کرنے، مقروض لوگوں کا قرض اتارنے، فی سبیل اللہ اور

---

[۹] ایضاً۔ [۱۰] ایضاً۔

مسافروں کے لئے ہیں ۔

ان مختلف آٹھ اصناف کی تفصیل اور احکام یہ ہیں :-

فقرا اور مساکین | عام طور پر ان دونوں اصناف کا تقریباً ایک ہی مفہوم لیا جاتا ہے ، اور ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو مسلسل غربت اور احتیاج کا شکار ہیں اور حکومت پر یہ ذمہ داری عاید ہوتی ہے کہ وہ ان کی احتیاجات کو اس طرح پورا کرے کہ وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکیں ۔ آج کل جو اس کا یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ جو سائل روٹی کپڑا مانگنے کا سوال کرتا ہے وہی مسکین ہے ، تو یہ اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے ۔ ایک حدیث شریف میں یوں آیا ہے :-

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس المسکین الذی تردہ التمرۃ والتمرتان او اللقمۃ واللقمتان انما المسکین الذی یتعفف ۔ (رواہ البخاری)

(مسکین وہ نہیں جو ایک کھجور اور دو کھجوروں یا ایک لقمہ اور دو لقموں کے لئے مارا مارا پھرتا ہے بلکہ مسکین وہ ہے جو سوال سے احتراز کرتا ہے)

اسی حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ فقیر وہ لوگ ہیں جو سوال کرتے ہیں اور مسکین وہ جو سوال نہیں کرتے ۔ فقیر اور مسکین کی جو مختلف تعریفیں کی گئی ہیں ، ان میں سے یہ زیادہ حقیقت کے قریب ہیں کہ فقرا سے ایسے مفلس مراد ہیں جو صرف اپنی مفلسی کی وجہ سے کمانے کے اہل نہیں رہے اور اگر ان کی مناسب مدد کر دی جائے تو پھر وہ اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہو سکتے ہیں ۔ اور مساکین وہ لوگ ہیں جن میں یہ اہلیت ہی نہ پائی جائے ۔

تاہم جیسا کہ اوپر والی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ کسی سوالی کو چند ٹکے دے دینا زکوٰۃ کا غیر اسلامی مصرف ہے بلکہ حکومت کے لئے لازمی ہے کہ وہ ایسے اقدام کرے جن سے وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر باعزت شہری بن سکیں ۔ ان کی تعلیم و تربیت کے لئے تعلیمی اور صنعتی ادارے کھولے جائیں ۔ ان کو مفت علاج و معالجہ کی سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے ہسپتال قائم کئے جائیں ۔ اگر یہ لوگ بے گھر ہیں تو حکومت اس فنڈ سے ان کے لئے مکانات وغیرہ مہیا کرے ۔ آج کل بھی ہر فلاحی مملکت کی یہ بنیادی ذمہ داریاں ہیں ۔ اس حقیقت کا بھی خیال رہے کہ امداد صرف مسلمان فقرا اور مساکین تک ہی محدود نہ ہو گی بلکہ غیر مسلم بھی اس میں حصہ پا سکتے ہیں ۔ ہمارے کئی ائمہ مثلاً امام زہری ، امام ابن شبرمۃ اسے غیر مسلموں پر خرچ

کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔ ؎۱۱

۳۔ عاملین زکوٰۃ | زکوٰۃ کا تیسرا مصرف عاملینِ زکوٰۃ ہیں۔ صدر اوّل میں نظام حکومت کی سادگی کے باوجود اس میں کم از کم یہ افراد شامل ہوتے تھے:۔ ویدخل فی العامل الساعی والکاتب والقاسم والحاشر الذی یجمع الاموال وحافظ المال والعریف ؎۱۲ عاملین زکوٰۃ میں تحصیلدار، منشی، تقسیم کرنے والا، مال اکٹھا کرنے والا اور مال کا محافظ، خزانچی اور مکھیا سب شامل ہیں۔ اگرچہ جمہور فقہاء کا یہی خیال ہے کہ زکوٰۃ کے عاملین صرف مسلمان ہی بن سکتے ہیں تاہم بعض ائمہ کے نزدیک ایک غیر مسلم بھی عامل زکوٰۃ بن سکتا ہے۔ مذاہب اربعہ کے ائمہ میں سے امام احمد بن حنبل کا یہی مسلک ہے۔ ؎۱۳

جن ائمہ نے غنی عاملِ زکوٰۃ کے لئے زکوٰۃ کے فنڈ سے تنخواہ لینی جائز قرار دی ہے۔ ان کے نزدیک قاضی اور ان جیسے اور لوگوں کے لئے بھی یہ جائز ہے:۔ والذین اجازوھا للعامل وان کان غنیاً اجازوھا للقضاۃ ومن فی معناھم ممن لھم المنفعۃ عامۃ المسلمین۔ ؎۱۴ اور وہ فقہاء جنہوں نے دولت مند عامل کے لئے زکوٰۃ کا لینا جائز قرار دیا ہے، انھوں نے قاضی اور اس قسم کے دوسرے سرکاری ملازمین کو جن سے عامۃ المسلمین کو فائدہ پہنچتا ہے، اُس کا حق دار قرار دیا ہے۔ فقہاء کے اس آخری فقرہ ومن فی معناھم میں وہ سب محکمے آجاتے ہیں جو عامۃ الناس کی بھلائی کے لئے ہوں۔

۴۔ مولفۃ القلوب | اس مد کا مصرف یہ تھا کہ لوگوں کے دل میں اسلام کی محبت پیدا کرنے کے لئے ان پہ زکوٰۃ کے فنڈ سے خرچ کیا جائے۔ اس حساب سے تالیفِ قلب ایک قسم کا سیاسی خرچ تھا۔ ہمارے فقہاء کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ حضور صلعم کی وفات تک اسلامی حکومت کو اتنی پائیداری نصیب ہو گئی تھی کہ اس کے بعد اس مد سے خرچ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی، ان

؎۱۱ المیزان الکبریٰ۔ علامہ شعرانی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۵۔
؎۱۲ نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۱۸۰ ؎۱۳ میزان الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۴
؎۱۴ بدایۃ المجتہد جلد ۱ صفحہ ۲۶۷

کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ حضور صلعم نے ایک وقت میں جن پچاس نو مسلم اور غیر مسلم سرداروں کو سو سو اونٹ دلوائے تھے ان لوگوں میں ابو سفیان بن حرب، صفوان بن امیہ، عنیبہ بن حصن، اقرع بن حابس، عباس بن مرداس اور علقمہ وغیرہم (بحوالہ نیل الاوطار) شامل تھے۔

حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کے باوجود عامۃ العلماء کی رائے ہے کہ یہ مد ختم نہیں ہوگئی بلکہ جب بھی اس کی ضرورت محسوس ہوگی اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں:۔ والظاہر جواز التالیف عند الحاجۃ فاذا کان فی زمن الامام قوم لا یطیعونہ الا للدنیا ولا یقدر علی ادخالھم تحت طاعتہ بالقسر والغلب فلہ ان یتالفھم ولا یکون لفشو الاسلام تاثیر لانہ لم ینفع فی خصوص ھذہ الواقعۃ۔ ؁۱۵ اور ظاہر بات یہ ہے کہ ضرورت کے وقت تالیفِ قلب جائز ہے۔ اگر کسی مسلمان حکمران کو ایسے لوگوں سے سابقہ ہو جو مال کے بغیر اطاعت کرنے پر راضی نہ ہوں، اور جبر و زور کے ذریعہ سے ان کو زیر اطاعت لانے کی قدرت نہ ہو تو اس کے لئے یہ جائز ہے کہ مال سے ان کی تالیف قلب کرے اور غلبۂ اسلام پر اس امر کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا کیوں کہ مذکورہ صورت میں تو صاف واضح ہے کہ وہ کچھ موثر ثابت نہیں ہوا۔

۵۔ غلام آزاد کرنا | الحمد للہ کہ اب دنیا سے غلامی کا کلی طور پر خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس لئے فی الحال اس مصرف کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔

۶۔ مقروض لوگ | غارمین سے مقروض مراد ہیں۔ ابن عبید نے اپنی کتاب "کتاب الاموال" میں حضرت عمر بن عبد العزیز کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔ لکھا ہے:۔

انا نجد الرجل لہ المسکن والخادم والفرس والاثاث فکتب عمر انہ لا بد لامرء المسلم من مسکن یسکنہ وخادم یکفیہ مھنتہ وفرس یجاھد علیہ عدوہ ومن ان یکون لہ الاثاث فی بیتہ نعم فاقضوا عنہ۔ ؁۱۶ (حضرت عمر بن عبد العزیز کے عاملوں نے آپ کو لکھا کہ کیا ایسے لوگوں کے قرض بھی اتارے جائیں) جن کے پاس مکان موجود ہے، نوکر موجود ہے، گھوڑا موجود ہے اور گھر کا دوسرا سامان موجود ہے تو آپ نے اس کے جواب میں لکھا کہ ایک مسلمان کے لئے ایک مکان جس میں وہ رہ سکے،

؁۱۵۔ نیل الاوطار۔ جلد ۴ صفحہ ۱۷۷ ؁۱۶ کتاب الاموال، صفحہ ۵۵۶۔

اور ایک نوکر جو اس کا ہاتھ بٹا سکے اور ایک گھوڑا جس پر وہ اپنے دشمن سے مقابلہ کر سکے اور گھر میں کچھ ستر سامان تو ناگزیر یہ چیزیں ہیں۔ ہاں ایسے لوگوں کے قرضے بھی اتارے جائیں)۔

زکوٰۃ سے ضرورت مندوں کے لئے قرض حسن کی سہولتیں بھی فراہم کی جا سکتی ہیں، ابتدائی طور پر اگر حکومت مناسب سرمایہ جمع کرنے کے لئے سود بھی دے تو ائمہ فقہ کے اس فیصلہ کے مطابق عبوری طور پر اس کی بھی گنجائش نکلتی ہے: "ولا ربوا بین المولی وعبدہ لان العبد وما فی یدہ ملک لمولاہ فلا یتحقق الربوا۔"[17] (آقا اور غلام کے درمیان سود جائز ہے کیوں کہ غلام اور اس کا مال ویسے بھی آقا کی ملکیت ہیں، اس لئے سود ثابت نہیں ہوتا۔)

۷۔ فی سبیل اللہ | مصارف زکوٰۃ کی سب سے بڑی اور مستقل مد فی سبیل اللہ ہے۔ سب اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اس مد میں سے ملک کے دفاع کے اخراجات کو اولین حیثیت حاصل ہے۔ علامہ رشید رضا صاحب تفسیر المنار نے اسے ان مختصر الفاظ میں بیان فرمایا ہے: "وفی سبیل اللہ وھو یشتمل سائر مصالح الشرعیۃ العامۃ ھی ملاک امر الدین والدولۃ واولھا واولھا بالتقدیم الاستعداد للحرب لشراء السلاح واغذیۃ الجند وادوات النقل وتجہیز الغزاۃ وتقدم مثلہ عن محمد بن الحکم"[18] (فی سبیل اللہ سے مراد وہ تمام شرعی مصالح ہیں جن پر مذہب اور حکومت کا انحصار ہے ان میں سب سے اوّل اور سب پر مقدم یہ ہے کہ جنگ کی تیاری کے لئے اسلحہ خریدے جائیں۔ فوج کے لئے غذائی سامان فراہم کیا جائے۔ ٹرانسپورٹ کا انتظام کیا جائے، مجاہدین کو سامانِ حرب سے لیس کیا جائے اسی طرح کا قول محمد بن حکم سے مروی ہے۔)

فوج پر خرچ کے سلسلے میں غنی اور مفلس کی کوئی قید نہیں بلکہ ہر مسلمان اس کا حق دار ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ بڑے بڑے دولت مند صحابہ اس مد سے لیا کرتے تھے قاضی ابو بکر جصاص ایک مقام پر لکھتے ہیں: "کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبل احدھم الصدقۃ ولہ من السلاح والکراع والعقار قیمۃ عشر الاف درھم۔"[19] صحابہ رسول جو ہزاروں روپے کے ہتھیار اور

---

[17] ہدایہ آخیرین کتاب الربوا صفحہ ۴۸۔ [18] تفسیر المنار مطبوعہ مصر جلد ۱۰ صفحہ ۵۰۵۔

[19] احکام القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۶۰۔

دوسری جائداد کے مالک ہوتے تھے صدقہ قبول کرتے تھے۔)

امام فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

واعلم ان ظاهر اللفظ فی قوله " وفی سبیل الله " لا یوجب القصر علی الغزاة فلهذا المعنی نقل القفال فی تفسیره عن بعض الفقهاء انهم اجازوا صرف الصدقات الی جمیع وجوه الخیر من تکفین الموتی و بناء الحصون و عمارة المساجد لان قوله وفی سبیل الله عام فی الکل۔ [۲۰] اور جاننا چاہیئے کہ فی سبیل اللہ" کے ظاہر الفاظ سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ مد تمام تر فوجی اخراجات کے لئے مخصوص ہے۔ اسی وجہ سے علامہ قفال نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء کے متعلق یہ نقل کیا ہے کہ وہ صدقات کو تمام مصارفِ خیر مثلاً مُردوں کی تجہیز و تکفین، قلعوں کی تعمیر، مساجد کی آبادکاری پر خرچ کرنا جائز قرار دیتے ہیں کیوں کہ فی سبیل اللہ کے الفاظ ان تمام چیزوں پر حاوی ہیں۔

۸۔ ابن السبیل ہمارے ہاں ابن السبیل یعنی مسافر کی مدد کے متعلق یہ محدود تصور ہے کہ اگر کسی مسافر کے کرایہ سے تھوڑی بہت رقم کم ہو جائے تو اس کی مدد کر دی جائے، حالاں کہ صحابہ کرام سے اس قسم کے بہت سے فیصلے منقول ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے حکومتوں پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، وہ سب اسی مد سے پوری کی جائیں گی، حضرت انس بن مالک اور حضرت حسن بصری سے منقول ہے :- قالا ما اعطیت فی الجسور والطریق فهی صدقة ماضیة [۲۱] ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ پلوں اور سڑکوں کی تعمیرات میں تم نے جو کچھ خرچ کیا وہ صدقہ ادا شدہ ہے)۔

حرفِ آخر اس وقت زکوٰۃ جس طرح غیر اسلامی طریقے سے جمع وخرچ ہو رہی ہے اس نے ہماری معاشی حالت کو کہاں تک سدھارا ہے وہ قارئین کے سامنے ہے، اچھے بھلے کام کر سکنے والے لوگوں کا ایک مفت خور طبقہ قوم کے کاندھوں پر مسلط ہو گیا ہے۔ اگر ہمارا یہ یقین ہے کہ اسلام کے معاشی نظام سے واقعی غریبوں کے زمین و آسمان بدل جائیں گے تو ہمیں اس نظام کو پوری طرح حکومت کے ذریعہ نافذ کرانے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ اس کے مطلوبہ نتائج برآمد ہو سکیں اور اس کے جمع وخرچ کے موجودہ غیر اسلامی طریقہ کو جلد از جلد ختم کر دیا جائے تاکہ لوگوں کی زکوٰۃ صحیح طریقہ سے ادا ہو سکے۔

---

[۲۰] تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۴ ص ۴۶۴ [۲۱] کتاب الاموال، ابو عبید، ص ۵۰۴۔